ناول ''آنگن'' از خدیجہ مستور میں تانیثی حسیت

ڈاکٹر سمیرا اکبر

Dr. Sumaira Akbar
Assistant Professor, Deptt of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

"Aangan" is a well-known novel by Khadija Mastoor which is published in 1962. The novel was written in the context of Partition of India. India and Pakistan are its locale. The prominent feature of this novel is that the novelist has presented women of different natures, temperaments, ideas, thoughts and feelings in it. This novel do not telling the story of women's oppression, it shows them struggling and trying to stand on their own feet. Its female characters are not Static characters they are very powerful and dynamic.

''آنگن'' خدیجہ مستور کا معروف ناول ہے جو 1962 میں منظر عام پر آیا۔ یہ ناول تقسیم ہند کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔ ناول کا زمانہ دوسری جنگ عظیم سے شروع ہوتا ہوا تحریک پاکستان، تقسیم ہند اور تقسیم کے بعد کے کچھ عرصے پر محیط ہے۔ ہندوستان، پاکستان اس کا لوکیل ہے۔ ناول ماضی اور حال دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس ناول کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ناول نگار نے مختلف طبیعتوں، مزاجوں، نظریات و افکار اور مختلف خیالات و احساس رکھنے والی خواتین کو پیش کیا ہے۔ یہ ناول دوسرے ناولوں سے قدرے مختلف یوں بھی ہے کہ اس میں خواتین کی مظلومیت کی داستان بیان کرنے کی بجائے انہیں جدوجہد کرتے اور کوشش کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس ناول کے خواتین کردار جامد نہیں بلکہ متحرک اور ارتقا پذیر ہیں۔ ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری سالک اپنی کتاب ''ہندو پاک کی خواتین ناول نگار'' میں لکھتے ہیں:

> ''خدیجہ مستور نے عورتوں کی سماجی اور معاشی حیثیت اور اس کے مسائل اور زوال آمادہ جاگیرداری معاشرت سے پیدا شدہ عورتوں کی حالت زندگی کی کشمکش کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔''(۱)

ناول کا مرکزی کردار عالیہ ہے جو ناول کی راوی بھی ہے اور پورا ناول واحد متکلم میں اسی کی زبانی پیش کیا گیا

ہے۔ ناول میں ہندوستان میں آزادی کی تحریک عروج پر دکھائی گئی ہے۔ عالیہ اتر پردیش کے ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس میں کچھ لوگ کانگریس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے متحدہ ہندوستان کے حامی ہیں اور کچھ مسلم لیگ کے چاہنے والے پاکستان کی حمایت میں نظر آتے ہیں۔ ایک آنگن میں ساتھ رہتے ہوئے بھی شدید اختلافات رکھنے والے لوگ۔ ان میں کچھ کردار ایسے بھی ہیں جو انگریزوں کو معترف ہیں اور انہیں نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ یوں یہ خاندان اس وقت کے ہندوستان کے خیالات کی ترجمانی کرنے والے رنگ رنگ لوگوں کا مجموعہ ہے۔ یہ ایک زمیندار مظفر محمود کا گھرانا ہے جس کے بیٹوں میں بٹوارہ کی وجہ سے جائیداد بٹ گئی ہے۔ اس لیے اس خاندان کے پہلے والے ٹھاٹ بھاٹ نہیں رہے۔ متوسط طبقے کے اس خاندان کے پاس ماضی کی خوبصورت یادیں ہیں تو حال کی تلخیاں اور سختیاں بھی۔ عالیہ اپنی بہن تہمینہ، ماں اور باپ کے ساتھ زندگی گزار رہی ہے۔ والد کی وفات کے بعد یہ لوگ اپنے چچا کے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔

عالیہ اعلیٰ اخلاقی اقدار پر فائز ایک مثالی لڑکی ہے۔ اس کے خاندانی حالات اور زندگی میں پیش آنے والے حوادث اسے چھوٹی عمر میں ہی ایک باشعور اور سنجیدہ طبیعت کی مالک بنا دیتے ہیں۔ وہ اپنے والد اور بعد ازاں اپنے چچا سے بہت محبت کرتی ہے یہ محبت ان دونوں شخصیات کی عظمت اور اعلیٰ نصب العین کی وجہ سے ہے۔ پاکستان جانے سے روکنے پر جب عالیہ کی اماں بڑے چچا کے ساتھ بد تمیزی کرتی ہے تو عالیہ بڑے چچا کا ساتھ دیتے ہوئے کہتی ہے:

> ''کیا آپ چلنے سے پہلے بڑے چچا کو یہی بدلہ دینا چاہتی ہیں؟ بڑے چچا نے کسی کو تباہ نہیں کیا، بڑے چچا نے کسی کو دعوت نہیں دی تھی کہ آئو اور میرا ساتھ دو۔ آج آپ اچھی طرح سن لیں کہ مجھے بڑے چچا سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ابا سے تھی۔''(۲)

عالیہ اپنے ماں باپ کا سہارا بننا چاہتی ہے اس لیے دل لگا کر اور محنت سے پڑھائی کرتی ہے۔ وہ اپنی ماں کے تمام سہارے نوچ کے ختم کر دینا چاہتی ہے اور خود ان کا سہارا بننا چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے ہم کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ اس کی ماں نے جائیداد کے بٹوارے کے بعد حاصل ہونے والی رقم اپنے بھائی کے پاس رکھی ہے اور اس سے خرچے کی کچھ رقم منگواتی ہے جو عالیہ کو بالکل اچھا نہیں لگتا وہ سارے ناول میں وہ اپنے ماموں سے نفرت کرتی دکھائی گئی ہے۔

عالیہ کا چچازاد بھائی جمیل اس سے بہت محبت کرتا ہے اور بار بار اس محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ عالیہ بھی اس سے محبت کرتی ہے لیکن انجانے خوف کی وجہ سے کبھی اعتراف محبت نہیں کرتی بلکہ ہر بار جمیل کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتی ہے۔ شاید اسے تہمینہ اور کسم دیدی کی محبت کے انجام کی وجہ سے محبت سے کچھ لگائو نہ رہا۔ عید پر عالیہ نئے کپڑے ملنے کی وجہ سے بہت خوش تھی لیکن جب اسے پتا چلا کہ کپڑے جمیل نے لا کر دیئے ہیں تو اس کا ردعمل کچھ یوں تھا:

> ''اس نے کپڑے پلنگ پر ڈال دیئے۔ ایک لمحے کو اسے ایسا محسوس ہوا کہ یہ کپڑے جمیل بھیا کی انتہائی محبت کا تحفہ ہیں مگر دوسرے ہی لمحے یہ کپڑے ٹھنڈے اور کفن کی

طرح محسوس ہونے لگے۔ ان کپڑوں میں لپٹا ہوا نیلے ہونٹوں والا ایک چہرہ جھانک رہا تھا۔ اس نے کانپ کر کپڑوں کو سمیٹ لیا اور اپنے میں کمرے جا کر انہیں بکس میں ٹھونس کر تالا لگا دیا۔" (٣)

وہ جمیل سے کہیں دور بھاگ جانا چاہتی ہے جب بھی وہ محبت کا اظہار کرتا ہے اسے شدید کوفت ہوتی ہے جب وہ فوج کی نوکری ختم ہونے کے بعد گھر میں آجاتا ہے تو عالیہ گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہے:

"اس گھر میں وقت کٹھن ہے۔ زندگی پل صراط پر گزرنے کا نام ہے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ یہاں سے بھاگ سکتی۔ جمیل بھیا سے جان چھڑا سکتی، مگر یہ سب کچھ کتنا ناممکن تھا۔ اگر وہ چلی جائے گی تو بڑے چچا کیا کہیں گے، یہی نا کہ جب اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی تو آنکھیں پھیر لیں۔"(٤)

عالیہ کے کردار میں انسان دوستی کا رویہ نظر آتا ہے۔ وہ رواداری اور محبت کی قائل ہے۔ ایک دن عالیہ کھڑکی سے کسی ہندو کو جاتے دیکھتی ہے تو اسے بہت اچھا لگتا ہے:

"ہاتھ میں پیتل کی چمچماتی لٹیا پکڑے کوئی شخص سڑک کے نل پر نہانے کے لیے جا رہا تھا۔۔ اب یہ نہا کر پوجا کرے گا، ہاتھ جوڑ کی بھگوان کی مورتی کے سامنے جھک جائے گا۔ یہ ہندو پوجا کرتے اتنے خوبصورت کیوں معلوم ہوتے ہیں۔ اسے ایک دم کسم دیدی یاد آ گئی۔"(٥)

عالیہ کے سب گھر والے اسرار کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے ہیں کیونکہ اسرار ان کے دادا کی ناجائز اولاد تھی۔ اسے بچا کچا کھانے کے لیے دیا جاتا تھا۔ جب گھر کے سب لوگ اسرار کے ساتھ برا سلوک کرتے تو عالیہ تو بہت ترس آتا وہ اکثر اپنے چچا اسرار کے بارے میں سوچتی تھی کہ آخر ان کا کیا قصور ہے وہ ہمیشہ مظلوم کے ساتھ ہمدردی کرتی نظر آتی ہے:

"ارے ان بیچارے کا کیا قصور ہے، یہ سب لوگ ان کے لیے پتھر کیوں بن گئے ہیں۔۔۔ اس کا جی چاہا کہ اس وقت دوڑ کر چلی جائے۔ اپنے ہاتھوں سے کشتی سجائے اور پھر اسرار میاں کے سامنے رکھ دے۔۔ مگر یہ سب کچھ کتنا ناممکن تھا۔ اس طرح تو اماں کے اتنے پرانے وقار کو ٹھیس لگ جائے گی۔"(٦)

اسرار میاں کو بخار ہو گیا تو عالیہ کو اس کی فکر ستائے رکھتی۔ وہ اپنے چچا کی تیمارداری کرنا چاہتی تھی لیکن اماں کی ناراضی کے خوف سے نہ کر سکتی تھی:

"کیسا جی چاہتا کہ اسرار میاں کے سرہانے جا بیٹھے۔ ان کا سر دبائے انہیں اپنے ہاتھوں سے دوا پلائے، مگر اماں کی کڑی نظروں کے سامنے وہ ان کی اتنی پرانی روایتوں کو کیسے توڑ دیتی۔ اس خاندان میں کوئی بھی تو ان حرامی اولادوں کے سامنے نہ آتا تھا۔"(۷)

اعلیٰ انسانی اقدار کے حامل اس کردار کے بارے میں ڈاکٹر انور پاشا لکھتے ہیں:

"عالیہ کے کردار میں نفاست، تہذیب و اخلاق، شعور اور اعلیٰ اقدار و روایات سب کا بہترین امتزاج پایا جاتا ہے جس کے سبب وہ اردو ناول کی ایک بہترین ہیروئن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔" (۸)

عالیہ والدین خصوصاً والدہ کی فرماں بردار بیٹی ہے۔ پورے ناول میں وہ ہر جائز و ناجائز باتوں پر اپنی ماں سے کبھی اختلاف نہیں کرتی۔ پاکستان بننے کے بعد وہ نہ چاہتے بھی ماں کے کہنے پر پاکستان آجاتی ہے۔ ناول کے اختتام میں کہیں کہیں عالیہ جرات کا مظاہرہ کرنے لگتی ہے اور اپنی ماں کی غلط باتوں پر احتجاج بھی کرنے لگتی ہے۔ پاکستان آنے کے بعد وہ اپنی اماں کی مخالفت کے باوجود والٹن کیمپ جانا شروع کر دیتی ہیں جہاں وہ مہاجر بچوں کو مفت تعلیم دیتی ہے جس سے اسے روحانی سرشاری ملتی ہے۔

والٹن کیمپ کے ایک ڈاکٹر عالیہ کو شادی کی پیش کش بھی کرتے ہیں۔ اس ڈاکٹر کی پریکٹس خوب چلتی ہے اور معاشی حالت خاصی مستحکم ہوتی ہے۔ عالیہ سوچنے کے بعد صرف اس لیے اس رشتے کو ٹھکرا دیتی ہے کہ وہ ڈاکٹر لٹے ہوئے لوگوں کے علاج سے روپیہ جمع کر رہا ہے۔ وہ صفدر کے ساتھ شادی کا فیصلہ بھی اسی لیے کرتی ہے کہ وہ مظلوم ہے اور ساری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے لہٰذا وہ اس کا ساتھ دینا چاہتی ہے لیکن جیسے ہی صفدر عالیہ کی ماں کے سامنے اپنی زندگی کو بدلنے اور پیسے کما کر گاڑی، بنگلہ بنانے کی بات کرتا ہے تو عالیہ اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہے۔ یوں عالیہ کی کردار عام لڑکیوں سے بالکل مختلف نظر آتا ہے جو روپے پیسے کو اپنا سب کچھ سمجھتی ہیں۔ عالیہ کے سامنے مال و دولت کی کوئی اہمیت نہیں وہ انسانیت اور اعلیٰ انسانی اقدار کی متلاشی نظر آتی ہے اور شاید اس لیے اکیلی رہ جاتی ہے۔

ناول "آنگن" کا ایک اور بہادر نسوانی کردار چھمی ہے یہ عالیہ کے چھوٹے چچا کی بیٹی ہے۔ اس کی ماں بچپن میں انتقال کر جاتی ہے اور باپ دوسری شادی کر لیتا ہے۔ اس وجہ سے اس کی پرورش بڑے چچا کے گھر ہوتی ہے۔ یہ ایک ضدی اور خود سر لڑکی ہے کیونکہ اسے ماں باپ کی محبت اس طرح سے نہ ملی۔ اس کا کردار باغیانہ طور پر ہمیں ٹیڑھی لکیر کی شمن کی یاد دلاتا ہے کیونکہ وہ بھی والدین کی محبت کو ترستی ہے۔ دونوں کردار ہی محبت و توجہ کی متلاشی نظر آتے ہیں۔ یہ تشنگی ان میں مزاحمت اور انقلابی رویہ پیدا کر دیتی ہے۔ چھمی کے ابا اسے ہر مہینے کچھ رقم منی آرڈر کرتے ہیں۔ عید سے ایک پہلے

جب چھمی کو منی آرڈر ملا تو اس نے بڑے چائو سے کھولا لیکن پانچ روپے کا نوٹ دیکھ کر اتنا غصہ آیا کہ اس نے نوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور کہا:

"اتنے روپوں سے تو ہمارے ابا کی تیسری بیوی صاحبہ کا کفن تک نہ آئے گا۔ جانے لوگ بچے پیدا ہی کیوں کرتے ہیں، اس سے تو کتے کے پلے پال لیں۔"(٩)

چھمی اپنے چچازاد بھائی جمیل سے محبت کرتی ہے اور اس کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی ہے۔ اپنے منی آرڈر کے زیادہ تر روپے وہ اپنی ذات پر خرچ کرنے کی بجائے جمیل کی تعلیم پر خرچ کرتی ہے۔ جب وہ جمیل کا جھکائو عالیہ کی طرف دیکھتی ہے تو کہتی ہے:

"تو کیا ان پر نچھاور ہوتی پھروں گی، بھئی جو ہم سے محبت کرے گا ہم اس سے محبت کریں گے یہ تو بدلہ ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے۔"(١٠)

وہ ایک نڈر اور بے خوف لڑکی ہے جو بھی اس کے دل میں ہوتا ہے بغیر ڈرے اسے کہہ دینے کی عادی ہے۔ ایک بار وہ جمیل کو عالیہ کے ساتھ بات کرتے دیکھ کر کہتی ہے:

"ان کے دھوکے میں نہ آیئے گا بجیا، یہ پہلے مجھ سے عشق کرتے تھے اور اب آپ سے ـــــ"(١١)

چھمی مسلم لیگ سے بہت محبت کرتی ہے۔ اپنے چچا جو پکے کانگریسی ہیں، کے گھر رہتے ہوئے مسلم لیگ کے جلسے منعقد کراتی ہے اور بچوں سے کانگریس کے خلاف نعرے لگواتی ہے۔ اس کی ان بے باکیوں کی وجہ سے سارا گھر خصوصاً اس کی چچی بہت تنگ ہے ایک دن وہ اسی طرح کے ایک جلسے کا انتظامات کر رہی تھی کہ چچی نے کہا اس کے ابا کو اسکی فکر ہی نہیں دو بول پڑھا کے اسے ٹھکانے لگائے، اس پر چھمی کہتی ہے:

"جسے شوق ہو وہ خود اپنے دو بول پڑھوالے۔"(١٢)

ڈاکٹر عقیلہ جاوید "اردو ناول میں تانیثیت" میں اس کردار کے بارے میں لکھتی ہیں:

"چھمی کی صورت میں جاگیر ادارانہ معاشرت کی کھوکھلی قدروں پر بھرپور طنز ہے۔ یہاں ایک جاہل، اکھڑ، ان پڑھ اور گنوار لڑکی اپنے عہد کی سچائیوں سے بڑی بے رحمی کے ساتھ نقاب اٹھاتی ہے۔ وہ عالیہ کی طرح رکھ رکھائو، ضبط و تحمل اور سنجیدگی کی قائل نہیں۔"(١٣)

چھمی کی زبان درازی کی زد میں گھر کا ایک فرد آتا ہے وہ گھر کے سربراہ اپنے چچا کا کوئی پاس لحاظ نہیں رکھتی بلکہ اعلانیہ ان کے خلاف باتیں کرتی ہے۔ ایک دن شکیل اور چھمی کی لڑائی میں بڑے چچا اور چھمی کا ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

"بڑے چچا نے گھور کر چھمی کو دیکھا"کسی دن زبان کھینچ لوں گا۔"

"آپ کو تو میں اپنی زبان کو چھونے بھی نہ دوں۔ ہر وقت کافروں کی جماعت میں رہتے ہیں اور دنیا کو دکھانے کے لیے لیے روزے رکھتے ہیں، بس حد ہے۔" چھمی نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔"(١٤)

جمیل عالیہ میں دلچسپی لینے لگتا ہے تو چھمی اپنی محبت چھن جانے کا ماتم نہیں کرتی بلکہ منظور کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ اسے ہار منظور نہیں ہوتی اس کے اس رویے سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسے منظور سے محبت نہیں بلکہ جمیل سے نفسیاتی انتقام لے رہی ہے۔ منظور کے محاذِ جنگ پر جانے کے بعد وہ خاموشی سے گھر والوں کی پسند سے شادی کر لیتی ہے۔ اس سے محسوس ہوتا ہے جیسے محبت میں ناکامی کے بعد اس کی باغی طبیعت کہیں سو گئی ہے۔ مگر جس وقت اس کے سسرال والے پاکستان جانے کی بات کرتے ہیں اس وقت وہی چھمی جو پاکستان بننے کی سب سے زیادہ خواہش مند تھی پاکستان جانے کی سخت مخالفت کرتی ہے اور اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے۔ عالیہ کو یک خط میں لکھتی ہے:

"بجیا اب آپ کو یہ بھی بتادوں کہ میں اسی لیے پاکستان نہیں گئی تھی۔ وہ ظالم مجھے اتنی دور لے جا رہے تھے جہاں سے پلٹ کر میں جمیل کو نہ دیکھ سکتی۔ وہ ظالم لوگ مجھ سے سب چھینے لے رہے تھے۔"(١٥)

طلاق کے بعد چھمی اپنے چچا کے گھر واپس آ جاتی ہے۔ عالیہ کے پاکستان چلے جانے کے بعد جمیل خاصا اکیلا ہو جاتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس نے چھمی کی محبت ٹھکرا کر زیادتی کی ہے جس کا ازالہ وہ اسے اور اس کی بیٹی کو اپنا کر کرنا چاہتا ہے۔ یوں چھمی کو اس کی کھوئی ہوئی محبت مل جاتی ہے۔ یہ کردار بھی عام لڑکیوں سے خاصا مختلف ہے پورے ناول میں تمام ہنگاموں کے پیچھے محرک چھمی ہی نظر آتی ہے۔ تمام ہنگاموں کے باوجود یہ کردار اپنی ذہانت اور عقل مندی کے سبب کسی بڑی نفسیاتی الجھن کا شکار نظر نہیں آتا بلکہ وہ تمام مشکلات کے باوجود جینے کی کوئی ہموار راہ نکال ہی لیتی ہے۔

"آنگن" کا ایک اور نسوانی کردار تہمینہ ہے جو عالیہ کی بڑی بہن ہے۔ روایتی مشرقی لڑکیوں کا نمائندہ کردار ہے۔ میٹرک تک تعلیم حاصل کی ہے اور کتابیں پڑھنے کی شوقین ہے۔ تہمینہ اپنی پھوپھو کے بیٹے صفدر سے محبت کرتی ہے۔ صفدر کی ماں نے پسند کی شادی کی تھی اس لیے تہمینہ کی والدہ صفدر اور اس کی ماں کو اچھا نہیں سمجھتی تھی بلکہ وہ صفدر سے شدید نفرت کرتی ہے۔ تہمینہ اپنی اماں کے خوف سے کبھی اظہار محبت نہیں کر پاتی۔

صفدر جب تہمینہ کی ماں کے رویے سے تنگ آ کر گھر چھوڑ کر علی گڑھ چلا جاتا ہے تو وہ اس کے ہجر میں گھل گھل کر بہت کمزور ہو جاتی ہے۔ والدین تہمینہ کی شادی اس کے چچازاد جمیل سے طے کر دیتے ہیں تو یہ مشرقی لڑکیوں تک شادی کے لیے رضامند ہو جاتی ہے۔ شادی سے کچھ دن پہلے طویل عرصے بعد تہمینہ کے نام صفدر کا ایک خط آتا ہے جس میں وہ

تہمینہ سے اظہار محبت کرتا ہے اسے اپنانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ تہمینہ جو چارو ناچار شادی کے لیے رضامند ہوئی تھی صفدر کے اظہار محبت کے بعد وہ کسی اور کی ہونا نہیں چاہتی اور انکار کی جرات بھی اس میں نہیں ہے تو وہ خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہے۔

ناول'' آنگن ''میں عورت کا ایک روپ عالیہ کی ماں کی صورت دکھایا گیا ہے۔عالیہ کی ماں اپنی ساس کی طرح ایک سخت گیر خاتون ہے بلکہ بعض معاملات میں اس سے بھی زیادہ سخت طبعیت کی مالک ہے۔وہ روایتی مشرقی مزاج رکھنے والی خاتون ہے جو عورت کی آزادی کے سخت خلاف ہے۔اپنی نند سلمی جس نے پسند نے شادی کی، کے بارے میں وہ کہتی ہیں:

''کاش سلمی میری بیٹی ہوتی تو پہلے ہی دن اسے اپنے ہاتھوں سے زہر کھلا دیتی۔''(١٦)

عالیہ کے والد روشن خیال اور پڑھے لکھے انسان ہیں لیکن اس کی ماں ان کے بالکل برعکس روایتی، متعصب قسم کی خاتون ہے۔ وہ اپنی نند سلمی کے بیٹے صفدر سے بہت نفرت کرتی تھی کیونکہ اس کی ماں نے پسند کی شادی کی تھی۔ صفدر دونوں میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کی ایک مستقل وجہ تھا۔ وہ صفدر کو بچا کچا اور گلا سڑا کھانا دیتی اور اس کے ساتھ بہت سلوک کرتی تھی۔

عالیہ کے والد کے جیل جانے کے بعد یہ کنبہ بڑے چچا کے گھر آجاتا ہے۔ بڑے چچا اپنی سیاسی مصروفیات کی وجہ سے کاروبار پر توجہ نہیں دیتے لہذا گھر کی آمدنی بہت قلیل ہو گئی اور گزارا مشکل سے ہونے لگا۔ ان حالات میں بھی عالیہ کی ماں نے خود غرضی کا مظاہرہ کرتی ہے اور اپنے بھائی کے پاس اپنی رکھی ہوئی رقم نہیں منگواتی اس کا کہنا تھا کہ:

''ہم اس سے زیادہ روپے نہیں منگائیں گے، تمہارے بڑے چچا کا فرض ہے کہ وہ ہماری ہر ضرورت کو پورا کریں، آخر تو ان کے بھائی کا قصور ہے، ہم خود سے تو ان کے گھر آ کر نہیں بیٹھ گئے۔''(١٧)

عالیہ کی ماں خاصی پریکٹیکل ہے وہ اپنی بادشاہت اور تخت و تاج چاہتی ہیں۔ کسی کے بھلے سے متعلق زیادہ نہیں سوچتی۔ بعض مواقع وہ ہمیں احسان فراموش لگتی ہیں۔ عالیہ تعلیم مکمل کر لینے کے بعد عالیہ کی ماں نے اسے نوکری کرنے کا کہتی ہے:

''بس اب تم جلدی سے ملازمت کی درخواستیں دینے لگو، میں بھر پائی ان مصیبتوں سے ، اس اجڑے گھر میں جانے کس طرح دن گزارے ہیں ، کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملا۔۔۔ ارے چھوٹی دلہن ہم نے تو اپنی جان سے زیادہ تمہارا خیال کیا ہے اور۔''بڑی چچی سے کچھ کہتے نہ بن پڑ رہی تھی۔''(١٨)

عالیہ کی ماں اپنے دیور کے احسانات کا پاس نہیں کرتی الٹا اپنی پسماندہ حالت کا ذمہ دار بھی انہیں ہی ٹھہراتی ہے۔ جب چچا عالیہ کو گاندھی جی کی سوانح پڑھنے کے لیے کہتے ہیں تو عالیہ کی ماں اس سے الجھ پڑتی ہے:

"اب آپ اسے بھی تباہ کر دیجیے بڑے بھیا، مجھے بیوہ کر کے آپ کو صبر نہیں آیا۔ میرے پاس کچھ بھی نہ رہنے دیجیے۔" اماں آج سب کا مقابلہ کرنے پر تل گئی تھی۔"(١٩)

عالیہ کی ماں متوسط مسلم گھرانے کی خواتین کی ذہنیت اور فطرت کی نمائندہ ہے۔ اسلم آزاد "اردو ناول آزادی کے بعد" میں اس کردار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عالیہ کی ماں جیسے کردار حیدر آباد، لکھنو، عظیم آباد، دہلی اور ہر اس شہر اور قصبہ میں مل جائیں گے جہاں مسلم تہذیب اور معاشرہ کی گہری چھاپ ہے۔ جنھوں نے نہ معلوم کتنے گھرانوں کو تباہ کیا اور خاندانوں کو اجاڑا۔"(٢٠)

عالیہ کی ماں کا کردار خود غرضی اور احسان فراموشی کی علامت ہے۔ اس کے برعکس ایک کردار عالیہ کی چچی کا بھی ہے جو صابر شاکر اور کم میں بھی گزارا کرنے والی اور محبت کرنے والی روایتی مشرقی خاتون ہے۔ اس کی اولاد دو بیٹے اور ایک بیٹی پر مشتمل ہے۔ اس کی بوڑھی ساس بھی اسی کے گھر میں رہتی ہے۔ بھرے پرے گھر کی مالک یہ خاتون عالیہ کی ماں کے برعکس احساس ملکیت سے کوسوں دور ہے۔ اس کے شوہر کی سیاست میں دلچسپی کی وجہ سے کاروبار اور گھر کا نظام بہت متاثر ہوتا ہے۔ آمدنی میں کمی کے ساتھ ساتھ اسکے گھر میں مستقل مہمانوں میں کثرت ہے۔ چھمی اور اسرای اسی گھر میں پلے بڑھے ہیں اور عالیہ اور اس کی ماں بھی ان کے گھر مقیم ہیں۔ گھر کی بیٹھک میں اکثر اس کے شوہر کے دوست احباب موجود رہتے ہیں اور ان کی تواضع ہوتی رہتی ہے۔ اتنے مستقل مہمانوں پر کبھی اس خاتون نے ماتھے پر بل نہ ڈالے۔ بلکہ وہ ان تمام لوگوں کا خیال رکھتی ہے ایک دن چھمی کے بدتمیزی کرنے پر چچا اسے دو تین تھپڑ لگا دیتے ہیں تو یہ خاتون تڑپ اٹھتی ہے اور کہتی ہے:

"اب اگر کبھی ہاتھ لگایا تو یاد رکھنا میں اپنی جان دے دوں گی، میرا تو کلیجہ پھٹ گیا، بن ماں کی بچی، میں نے اسے پالا ہے، میرے دل میں اس کی مامتا ہے۔"(٢١)

گھر کے خراب معاشی حالات کی وجہ سے عالیہ کی والدہ اکثر اپنے بھائی کے گھر جانے کی دھمکی لگاتی کہ وہاں پیٹ بھر کھانا تو میسر ہو گا۔ یہ سن کر چچی بہت پریشان ہو جاتی کہ اس طرح تو خاندان کی بدنامی ہو جائے گی۔ پاکستان بننے کے بعد جب عالیہ کی ماں نے اپنے بھائی کے ساتھ پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیتی ہے تو وہ عالیہ کی ماں سے کہتی ہے:

"کیا تم سچ مچ چلی جاؤ گی چھوٹی دلہن؟ بڑی دیر چپ رہنے کے بعد بڑی چچی نے

پوچھا۔ "ظاہر ہے کہ چلی جاؤں گی" اماں نے رکھائی سے جواب دیا۔ "یہ گھر تمھارا ہے
چھوٹی دلہن، مجھے اکیلے نہ چھوڑو"(٢٢)

محبت کے خمیر سے گندھی یہ خاتون اپنے بچوں سمیت سب سے محبت کرتی اور سب کا خیال رکھتی نظر آتی ہے۔ اپنی ضرورتوں پر دوسری کی حاجتوں کو فوقیت دیتی ہے۔ انتہائی مہربان اور مشفق خاتون ہے۔

"آنگن" کے خاتون کرداروں میں ایک اہم کردار کریمن بوا کا ہے۔ کریمن بوا عالیہ کے خاندان کی خدمت گار ہے۔ اسے اپنی مالکن یعنی عالیہ کی دادی سے بہت محبت ہے۔ وہ ہر وقت اس کا خیال رکھتی ہے اور سائے کی طرح ان کے ساتھ رہتی ہیں۔ دادی دمے کی مریضہ ہے تو یہ اس کے کھانے، پینے، دوائی دارو ہر چیز کا خیال رکھتی ہے۔ جب دادی نزع کے عالم میں ہوتی ہے تو یہ بے تابی سے ان کی مسہری کے چاروں طرف گھوم گھوم کر دعائیں مانگتی ہے:

"مولا مالکن کو صحت دے دے اور بدلے میں مجھ کو اٹھالے۔ مولا، مولا۔"(٢٣)

وہ گھر کے موجودہ خراب معاشی حالات دیکھ کر اپنے مالکوں کے شاندار ماضی کے قصے یاد کرتی رہتی ہے۔ جب عالیہ کے والد صاحب کو ایک انگریز کو زخمی کرنے کی سزا سات قید سنائی گئی تو کریمن بوا کا ردعمل کچھ یوں تھا:

"ارے حاکموں نے نہیں دیکھا اس گھر کا زمانہ، انہیں پتہ نہیں یہ کس کا بیٹا ہے۔ اپنے مالک مرحوم تو لوگوں کو پھانسی کے پھندے سے اتروا لیتے تھے۔ حاکم ان کی ڈالیوں پر جیتے تھے، پر اب یہ زمانہ بگڑ گیا" گزرا زمانہ یاد کر کے کریمن بوا کا منہ سرخ ہو رہا تھا۔
"(٢٤)

شکیل ایک آوارہ گرد لڑکا ہے اور اکثر رات کو گھر لیٹ آتا تو کریمن بوا پھر اس گھرانے کے ماضی کو یاد کرتی ہے:

"زمانے زمانے کی بات ہے، ایک زمانہ تھا کہ بڑے سرکار کے سب بچے سات بجے کے بعد گھر سے قدم نہ نکالتے۔"(٢٥)

موسم سرما میں گلی سے ریوڑیوں والے کی صدا آئی تو کریمن بوا کہنے لگی:

"جاڑوں میں یہیں اس تخت پر بیٹھے بیٹھے سب لوگ مٹھیاں بھر بھر کر ریوڑیاں کھایا کرتے تھے۔ اپنا تو منہ تھک جاتا تھا چباتے چباتے، اب تو جاڑے یونہی گزر جاتے ہیں مگر ایک ریوڑی نصیب نہیں ہوتی۔ واہ رے زمانے۔"(٢٦)

سب کی خدمت کرنے والی وفا شعار کریمن بوا اسرار کے معاملے میں ایک سخت گیر خاتون کا روپ دھار لیتی ہے۔ وہ اسرار سے اسی طرح شدید نفرت کرتی ہے جیسے اس کی مالکن کرتی تھی۔ زمیندارانہ اور جاگیردارانہ ماحول میں کئی شادیاں کرنا یا خواتین کے ساتھ تعلق قائم کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے مردانگی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن ان خواتین

سے ہونے والی اولاد کو خاندان اور معاشرے میں عام انسانوں کے جیسا مرتبہ اور حقوق نہیں ملتے۔ کریمن بوا جیسی محبت کرنے والی خاتون کا اسرار کے ساتھ رویہ ہمارے معاشرے کی اس افسوس ناک نفسیات کا مظہر ہے۔ دادی کے وفات پر جب مردمیت اٹھانے کے لیے آئے تو ان میں اسرار بھی شامل تھا اسے دیکھ کر کریمن بوا نے کہا:

"خبر دار! زندگی میں کبھی مالکن نے منہ نہ لگایا، اب کی لاش خراب کرنے آئے ہو"
کریمن بوا سرار کے سامنے آگئیں اور وہ چوروں کی طرح جمیل بھیا کے پیچھے چھپنے لگا۔"(٢٧)

بڑے چچا کی گرفتاری والے دن اسرار نے چائے مانگی تو کریمن بوا نے کچھ یوں جواب دیا:

"ایک دن چائے نہ پیو گے تو کیا جان نکل جائے گی۔۔۔ کریمن بوا نے اسرار کی چائے نالی میں انڈیل دی "مردود، سبز قدم یہاں سے نہیں جائے گا۔" (٢٨)

کریمن بوا وفاداری بشرط استواری کی قائل ہے وہ مرتے دم تک اپنے مالکوں کی اطاعت گزار رہنا چاہتی ہے۔ پاکستان جاتے ہوئے جب عالیہ کی ماں کریمن بوا کو پاکستان چلنے کے لیے کہتی ہیں تو کریمن بوا جواب دیتی ہے:

"اب تو یہی دعا کریں چھوٹی دلہن کہ اس گھر سے لاش نکلے میری، آج یہاں سے چلی جائوں گی تو مالکن کو کیا منہ دکھائوں گی، وہ اپنے جیتے جی جہاں بیٹھا گئیں وہاں سے کیوں کر پائوں نکالوں۔"(٢٩)

عالیہ کی پھوپھو نجمہ ناول کا ایک اور نسوانی کردار ہے۔ نجمہ ایک پڑھی لکھی اور ماڈرن خاتون ہے۔ اس کا رہن سہن اور لائف سٹائل سارے گھر سے الگ نظر آتا ہے۔ تعلیم اور نوکری کی وجہ سے ان کی شخصیت میں تکبر بھی پایا جاتا ہے۔ وہ گھر والوں سے ان کی جہالت کی وجہ سے کم ہی گفتگو کرتی ہے۔ انگریز اور انگریزی کی دلدادہ ہے۔ جمیل کے بی اے ہونے پر کہتی ہے:

" واہ صرف بی اے کرنے سے کیا ہوتا ہے، آدمی جاہل ہی رہ جاتا ہے، تھوڑی تعلیم خطرناک ہوتی ہے۔ کرنا ہے تو ایم اے بی ٹی کرو، اب مجھے دیکھو جس کالج میں جائوں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہوں مگر ایم اے بھی کرو تو انگلش میں، اردو ایم اے تو ہر جاہل کر سکتا ہے۔"(٣٠)

نجمہ پھوپھو اپنی زندگی کے فیصلے بھی خود کرنے کی عادی ایک خود مختار خاتون ہے۔ وہ اپنی شادی کا فیصلہ بھی خود کرتی ہے اور بھائی کو صرف یوں اطلاع دیتی ہے:

"بڑے بھیا وہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا ساتھی تلاش کر لیا ہے، بس آپ کو

اطلاع دینی تھی۔"(٣١)

وہ اپنے کالج کے لیکچرار کے بھائی جو ایم اے انگریزی اور بزنس مین تھا سے شادی کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ گو کہ یہ شادی ناکام ہو جاتی ہے۔ نجمہ کا کردار عورت کی آزادی، تعلیم اور خود مختاری کا خواہاں ہے۔

کسم نامی ایک جوان ہندو بیوہ اس ناول کا ایک اور نسوانی کردار ہے۔ اس کا شوہر جلیانوالہ باغ کے جلسہ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس کے والد عالیہ کے ابو کے دوست اور ہم خیال ہیں اس لیے عالیہ کے گھر میں اس کا بہت آنا جانا ہوتا ہے۔ وہ عالیہ کی بہن تہمینہ کی گہری دوست ہے۔ کسم زندگی سے بھرپور کردار ہے۔ ہندو معاشرے میں بیوائوں کے ساتھ ہونے والے امتیازی سلوک کو اس کردار کے ذریعے طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

"جی چاہتا ہے کہ خوب رنگ کھیلوں موسی، رنگین ساری پہنوں، من کو مارنا کتنا مشکل کام ہے۔"(٣٢)

کسم خود کو بیوہ نہیں سمجھتی وہ ہنسنا چاہتی ہے، گانا چاہتی ہے اور زندگی کو بھرپور انداز میں جینا چاہتی ہے جسے اس کا معاشرہ اور مذہب اچھا نہیں سمجھتا۔ اسے کسی سے محبت ہو جاتی ہے لیکن ہندو معاشرہ بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ ایک جرات مند خاتون ہے وہ تمام تر مخالفت کے باوجود اپنی محبت کو اپناتی ہے اور گھر چھوڑ کے اس کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ اس کی محبت ناکام ٹھہرتی ہے جب وہ واپس اپنے ماں باپ کے گھر آتی ہے تو لوگوں کے لیے تماشا بن جاتی ہے۔ لوگ اسے دیکھنے آتے اور لعن طعن کر کے چلے جاتے ہیں۔ وہ سارا دن ویران کمرے میں پڑے رہتی اور لوگوں کے انہی رویوں سے تنگ آکر وہ پانی کے تالاب میں کود کر خودکشی کر لیتی ہے۔

ناول "آنگن" میں خواتین کرداروں کے ذریعے زوال آمادہ معاشرت کا جائزہ عمدگی سے لیا گیا ہے۔ ناول میں مرد کرداروں کے برعکس خواتین کردار مضبوط اور ارتقاپذیر نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر غلام محی الدین انصاری:

"آنگن" میں زوال پذیر زمین داروں کی طرز زندگی اور اس ماحول میں پلنے والے مختلف رویوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جہاں متوسط طبقے کی عام عورتیں معمولی مسائل سے گھری ہوئی ہیں۔ سماج کی محرومیاں، بے بسی اور گھٹن عورتوں کی زندگی میں رچ بس گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدیجہ مستور عام عورتوں کی لاچاری اور نفسیاتی کشمکش کی تمام وجوہا ت کی نشاندہی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔"(٣٣)

خدیجہ مستور اس ناول کی توسط سے ہندوستانی معاشرے میں عورت کے مقام اور حیثیت کو موضوع بحث بناتی ہیں۔۔ وہ عالیہ، تہمینہ، کسم اور چھمی کے کردار کے ذریعے ہندوستانی معاشرت میں حقوق نسواں اور صنفی مساوات کے حوالے سے کئی سوال اٹھاتی ہیں اور خواتین کے دکھ، تکالیف اور ان کی محرومیوں کی وجوہات اور ان کی مداوے کی کوئی

صورت کھوجنے کی کوشش کرتی ہیں۔

حوالہ جات

١۔ غلام محی الدین انصاری، ڈاکٹر، ہندو پاک کی خواتین ناول نگار، نئی دہلی: شاہد پبلی کیشنز، ٢٠٠٨ء، ص: ١١٥

٢۔ خدیجہ مستور، آنگن، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ١٩٩٥ء، ص: ٢٧٩

٣۔ ایضاً، ص: ١٢٣

٤۔ ایضاً، ص: ٢٥٧

٥۔ ایضاً، ص: ١٥٥

٦۔ ایضاً، ص: ٢٧١۔ ١٧٣

٧۔ ایضاً، ص: ٢٥٨

٨۔ انور پاشا، ڈاکٹر، ہندو پاک میں اردو ناول: تقابلی مطالعہ، نئی دہلی: پیش رو پبلی کیشنز، ١٩٩٢ء، ص: ٢٢٥

٩۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص: ١١٨

١٠۔ ایضاً، ص: ١١٢

١١۔ ایضاً، ص: ١٠٨

١٢۔ ایضاً، ص: ٩٣

١٣۔ اردو ناول میں تانیثیت، ملتان، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ٢٠٠٥ء، ص: ٢٠٤

١٤۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص: ١٣١

١٥۔ ایضاً، ص: ٣٠٠

١٦۔ ایضاً، ص: ١٧

١٧۔ ایضاً، ص: ٨٩

١٨۔ ایضاً، ص: ٢٣٤

١٩۔ ایضاً، ص: ٢٣٥

٢٠۔ اسلم آزاد، ڈاکٹر، اردو ناول آزادی کے بعد، یوپی: نکھار پبلی کیشنز، ١٩٨١ء، ص: ٣١٥

٢١۔ خدیجہ مستور، آنگن، ص: ١٣٣

٢٢۔ ایضاً، ص: ٢٧٧

٢٣۔ ایضاً، ص: ١١٤

٢٤۔ ایضاً، ص: ١٠٠۔١٠١

٢٥۔ ایضاً، ص: ١٠٩

۲۶۔ ایضاً،ص: ۱۶۷

۲۷۔ ایضاً،ص: ۱۱۶

۲۸۔ ایضاً،ص: ۱۴۷

۲۹۔ ایضاً،ص: ۲۸۳

۳۰۔ ایضاً،ص: ۱۳۹

۳۱۔ ایضاً،ص: ۲۶۷

۳۲۔ ایضاً،ص: ۴۶

۳۳۔ غلام محی الدین انصاری سالک،ڈاکٹر،ہندوپاک کی خواتین ناول نگار،ص: ۱۱۵